

کس نے تجوہ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی؟ اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہنچنا کیسیں؟۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی مخلوق کے پہنچانے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درمانہ نہ ہوگا اور کیونکہ مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔

--☆☆--

خطبہ (۱۶۲)

جب امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بری معلوم ہوئی تھیں ان کا گلہ کیا اور چاکا کہ حضرت ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضامند کرنے کا ان سے طالب کریں۔ چنانچہ آپ شریف لے گئے اور ان سے کہا کہ:

لوگ میرے پیچھے (منظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں۔ خدا کی قسم جو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جب کہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں۔ نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنایا ہے کہ تم تک پہنچا کیں۔ جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے ساتھ نے بھی سنایا۔ جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے تھیں رہے۔

اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیے اور تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاندانی قرابت کی بنا پر ان دونوں سے قریب تر بھی ہو اور ان کی ایک

هَدَّاكَ لِإِجْتِرَارِ الْغُذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ؟ وَ عَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَ إِرَادَتِكَ؟ هَيْهَاٰتَ، إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَمَيْنَةِ وَ الْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقَةِ أَعْجَزُ، وَ مَنْ تَنَوَّلَهُ بِحُدُودِ الْمُخْلُوقِينَ أَبْعَدُ!۔

-----☆☆-----

(۱۶۲) وَمِنْ كَلَمَةِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْحَلَامُ

لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ وَ شَكُوا مَا نَقْمُوْهُ عَلَى عَمَّارَ، وَ سَأَلُوهُ مُحَاظَبَتَهُ عَنْهُمْ وَ اسْتَعْتَابَهُمْ لَهُمْ، فَدَخَلَ عَالِيَّةُ عَلَيْهِ فَقَالَ:

إِنَّ النَّاسَ وَرَآئِيْنِي، وَ قَدِ اسْتَسْفَرُوْنِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُمْ، وَ وَاللَّهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لَكَ! مَا أَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهُ، وَ لَا أَدْلُكُ عَلَى أَمْرٍ لَا تَعْرِفُهُ، إِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تَعْلَمُ، مَا سَيْقَنَاكَ إِلَى شَيْئٍ فَنَخْبِرَكَ عَنْهُ، وَ لَا خَلَوْنَا بِشَيْئٍ فَنُبَيَّلِغَكَهُ، وَ قَدْ رَأَيْتَ كَمَا رَأَيْنَا، وَ سَيْعَثُ كَمَا سَيْعَنَا، وَ صَحِبَتْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَمَا صَحِبَنَا۔

وَ مَا ابْنُ أَبِي قَحَافَةَ وَ لَا ابْنُ الْخَطَابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَ أَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ شَيْجَةَ رَحْمٍ مِنْهُمَا، وَ قَدْ

طرح کی دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی۔
 کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم! اس لئے تمہیں
 سمجھایا نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آنے سکتا ہوا ورنہ اس لئے یہ چیزیں
 تمہیں بنائی جا رہی ہیں کہ تمہیں علم نہ ہوا اور (علمی کے کیا معنی) جب
 کہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔

یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پر روح اک
 ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی
 پہچانی ہوئی سنت کو مُسْتَحْمَل کرے اور ان جانی بدعتوں کو فنا کرے۔ سنتوں
 کے نشانات جگہ کارہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ
 کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا
 رہے اور دوسرے بھی اس کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں اور (رسول
 سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ:
 «قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لا یا جائے گا کہ نہ اس کا کوئی مدگار
 ہوگا اور نہ کوئی عذرخواہ اور اسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور
 وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر
 اسے جہنم کے گہراویں جکڑ دیا جائے گا»۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم اس امت کے وہ سربراہ نہ بنو کر
 قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں ایک ایسا حاکم
 مارا جائے گا جو اس کیلئے قیامت تک قتل و خون ریزی کا دروازہ کھول
 دے گا اور اس کے تمام امور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اس میں
 فتنوں کو پھیلائے گا کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نزدیک سکیں
 گے اور وہ فتنوں میں (دریا کی) موجود کی طرح اٹھے کھائیں

نُلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَالَمْ يَنَأَا. فَإِنَّكَ . وَاللَّهُ . مَا
 ثُبَصَرُ مِنْ عَيْنِي، وَ لَا تُعْلَمُ مِنْ جَهْلِي،
 وَ إِنَّ الظُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ، وَ إِنَّ أَعْلَامَ
 الدِّينِ لَقَائِمَةٌ.

فَاعْلَمَ أَنَّ أَفْضَلَ عِبَادَ اللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ
 إِمَامٌ عَادِلٌ، هُدَى وَ هَدِى، فَأَقَامَ سُنَّةً
 مَمْلُوَّمَةً، وَ أَمَاتَ بِدُعَةً مَجْهُولَةً، وَ إِنَّ
 السُّنَنَ لَنَيْرَةً لَهَا آعْلَامٌ، وَ إِنَّ الْبَدَعَ
 لَظَاهِرَةً لَهَا آعْلَامٌ، وَ إِنَّ شَرَ النَّاسِ عِنْدَ
 اللَّهِ إِمَامٌ جَاءَهُ ضَلَّ وَ ضُلَّ بِهِ، فَأَمَاتَ سُنَّةً
 مَمْكُوذَةً، وَ أَحْيَاهُ بِدُعَةً مَمْثُرَوَكَةً.

وَ إِنِّي سَيَعْثُرُ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامَ يَقُولُ:
 «يُؤْتَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِالْإِمَامِ الْجَائِرِ وَ لَيْسَ
 مَعَهُ نَصِيرٌ وَ لَا عَذْرٌ، فَيُلْقَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ،
 فَيَدْوُرُ فِيهَا كَمَا تَدْوُرُ الرَّحْمَنِ، ثُمَّ يَرْتَبِطُ
 فِي قَعْرِهَا».

وَ إِنِّي أُنْشِدُكَ اللَّهَ أَنْ لَا تَكُونَ إِمَامَ
 هَذِهِ الْأُمَّةِ الْمُقْتُولَ، فَإِنَّهُ كَانَ يُقَالُ:
 يُقْتَلُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ إِمَامٌ يَفْتَحُ عَلَيْهَا
 الْقُتْلَ وَ الْقِتَالَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ، وَ يَلْبِسُ
 أُمُورَهَا عَلَيْهَا، وَ يَبْثُثُ الْفِتْنَةَ فِيهَا، فَلَا
 يُبَصِّرُونَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ، يَمْوِلُونَ فِيهَا

گے اور انہی میں تدو بالا ہوتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے، جبکہ تم سن رسیدہ بھی ہو چکے ہوا اور عمر بھی بیت جکی ہے۔

حضرت عثمان نے کہا کہ: آپ ان لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے (کچھ عرصہ کیلئے) مہلت دیں کہ میں ان کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہو سکوں۔ تو آپ نے فرمایا کہ:

جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے ان میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو بھی نگاہوں سے اچھل (اور دور) ہیں ان کیلئے اتنی مہلت ہو سکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

--☆☆--

مُؤْجَّاً، وَ يَمْرُّ جُونَ فِيهَا مَرْجًَا. فَلَا تَكُونَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَسْوُقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ وَ تَقْضِيَ الْعُمُرِ.

فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ : كَلِيلٌ النَّاسُ فِيَّ أَرْبَعَ يُؤْجِلُونَ حَتَّىٰ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ مِنْ مَظَالِيمِهِمْ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ :

مَاكَانَ بِالْمُدِينَةِ فَلَا أَجَلَ فِيهِ، وَ مَا غَابَ فَأَجَلُهُ وُصُولُ أَمْرِكَ إِلَيْهِ.

-----☆☆-----

۱۔ حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے تائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کیلئے مدینہ میں سمٹ آئے تو پر امن طریق کا اختیار کرتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں مجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا مندباب کریں جو عیت کیلئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ جس پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے موعظت کی تخلیخوں کو خوشگوار بنانے کیلئے تمہید میں وہ لب و لبہ اختیار کیا ہے جو اشتغال دلانے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے، چنانچہ ان کی صحابیت، شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر ﷺ سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شایسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقع ان کی مرح رانی کا ذمہ تھا کہ آخر کلام سے آٹھیں بند کر کے اسے قصیدہ شرف سمجھ لیا جائے، جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بوجھ کرتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ انہیں علم و اطلاع نہ ہوا اور علمی کی بنا پر ان کی لغزشوں کو قابل موافغہ نہ سمجھا جائے۔ ہاں! اگر رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے، ان کی تعلیمات کو سنبھالنے کے طریقہ عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیاۓ اسلام چنچ اٹھے کوئی ضمیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مرح سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مرح نہیں کہا جاسکتا، حالانکہ جن لفظوں کو مرح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کیلئے ہیں، یونکہ بے خبری و عالمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بو جھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اس کے وزن کو بڑھادیتا ہے۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص کھپ انہیں میں ٹھوک رکھائے تو اسے معدود رسمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے ابائے میں ٹھوک رکھائے تو اسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر

اس موقع پر اس سے یہ کہا جاتے کہ تم آٹھیں بھی رکھتے ہو، راستے کی اوچ بیچ سے بھی واقف ہو، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علیٰ و روشنی چشم کو سراہا جا رہا ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جانش بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا۔ لہذا آنکھوں کا ہونا ہے ہونا برآبر اور جانش جانا یکساں ہے۔

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا ذریعہ اور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ و ام کلثوم کا عقد کیے بعد یگرے ان سے کیا۔ اس کو وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ دامادی عثمان کی نوعیت کیا ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیٰ بیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا بلکہ ان سے قبل رقیہ و ام کلثوم ابوالہب کے بیٹوں عتبہ و عتبہ سے منوب تھیں، مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جو ہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بنا پر سرمایہ اختار سمجھا جا سکتا ہے، جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق نہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہاں جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا، پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ و حدیث ویر میں کسی کداری شخصیت کی یحییت سے پیش کیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کیلئے طرہ امتیاز قرار دیا جاتے۔ اگر قبل بعثت عتبہ و عتبہ سے ان کا بیان اس بنا پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا تو یہاں پر بھی صحت عقد کیلئے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے اقرار شہادتیں بھی کیا اور ظاہر ایمان بھی لائے۔ لہذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جا سکتا ہے، اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہی کہاں مسلم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صلی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسول سے ہونے سے انکار کرتا ہے اور وہ انہیں حضرت خدیجہ الکبریؓ کی اولاد کی اولاد کی بہن ہالہ کی اولاد کی اولاد قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں:

فَلَمَّا تَرَقَّ حَرْسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِخَدِيجَةَ مَاتَتْ هَالَّهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِمُدَّةٍ يَسِيرَةٌ وَ حَلَقَتْ
الظِّفَلُتَنِينِ زَيْنَبَ وَ رُقَيَّةَ فِي حَجَرِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ حَجَرِ خَدِيجَةَ فَرَيَا هُمَا، وَ كَانَ مِنْ
سُنَّةِ الْعَرَبِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ يُرُوكِ يَنِيمَانِ يُنْسِبُ ذَلِكَ الْيَتِيمَ إِلَيْهِ.

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ علیہ السلام سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے دو اڑکیاں چھوڑیں: ایک کام زینب تھا اور ایک کام رقیہ اور ان دونوں نے پیغمبر ﷺ اور خدیجہؓ کی گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یقین بچکسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اسے اسی کی طرف منوب کیا جاتا تھا۔ (كتاب "الاستغاثة" ج ۶۹)

اور ابن ہشام نے حضرت خدیجہ علیہ السلام کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

وَ كَانَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ أَيِّ هَالَّهَ بْنِ مَالِكٍ... فَوَلَدَتْ لَهُ هُنَّدَ بْنَ أَيِّ هَالَّهَ وَ زَيْنَبَ بْنَتَ أَيِّ

هَالَّةَ وَ كَانَتْ قَبْلَ آئِيَّ هَالَّةَ عِنْدَ عَيْنِيْقِ بْنِ عَائِدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ مَحْرُومِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ وَ جَارِيَّةً.

حضرت خدیجہ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے حوالہ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عقیق ابن عاذ کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۲۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ علیہ السلام کی دولت کیاں عقد رسول میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسب ظاہر رسول اللہ ﷺ کی بیانیں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیا ہی جائیں گی وہ پیغمبر ﷺ کے داماد ہی کہلائیں گے لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہو گی جو ان لڑکوں کے بیٹی ہونے کی ہو سکتی ہے۔ لہذا میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہیے اور حضرت عثمان کے روایہ پر بھی ایک نظر کر لینا چاہیے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: شَهِدْتَا بِنُنَّا لِرَسُولِ اللَّهِ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ: وَرَسُولُ اللَّهِ عَلَى الْقَبْرِ، قَالَ: فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ، قَالَ: فَقَالَ: «هَلْ مِنْكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ؟» فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ: أَنَا، قَالَ: «فَأَنْزِلْ» قَالَ: فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا.

انس بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: ہم دختر رسول کے دفن کے موقع پر موجود تھے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انکھوں سے آنسو بہرہ ہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ: ”کون تم میں ایسا ہے جو آج کی رات ہم بترنے ہوا ہو۔“ ابو طلحہ نے کہا کہ: میں، حضرت نے فرمایا کہ: ”پھر تم قبر میں اترو۔“ چنانچہ وہ قبر میں اترے۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۲۳۲)

اس موقع پر پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت عثمان کے راز درون پر دکوبے نقاب کر کے انہیں قبر میں اترنے سے روک دیا، حالانکہ پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہ تھا کہ وہ کسی کے اندر ورنی حالات کو طشت از بام کر کے اس کی پتک و اپات کو ادا کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوش فرماجاتے تھے مگر یہ کردار کا گھونا بین کچھ ایسا تھا کہ بھرے جمع میں انہیں رسوایا نہ ہوئی۔

